اللہ کی عبادت کا حق ادا کریں اور
الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہٗ کا فیض اٹھاتے رہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰؍اگست ۱۹۸۲ء بمقام مسجد نور فرینکفورٹ جرمنی)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ (آل عمران: ۱۳۵-۱۳۴)

اور پھر فرمایا:

جماعت احمدیہ پر مختلف ادوار ایسے آتے رہے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی آزمائشوں کا دور ہوتا تھا اور مخالفتوں کے ایسے ایسے خطرناک زلزلوں اور ابتلاؤں میں سے جماعت گزرتی رہی کہ دشمن یہ سمجھتا تھا کہ یہ عمارت اب منہدم ہونے کو ہے چنانچہ وہ لوگ جن کے چھوٹے دل اور سطحی نظریں تھیں انہوں نے خوشیوں کے شادیانے بجانے شروع کر دیے اور یہ سمجھنے لگے کہ یہ چند دن کی بات ہے اس کے بعد دنیا میں جماعت کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔

یہ خدا کا فضل واحسان ہے کہ ابتلاء کے ہر دور کے بعد جماعت نے پہلے سے مختلف نظارہ دیکھا۔ دشمنوں کی جھوٹی خوشیاں پامال کی گئیں اور جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے نیا استحکام بخشا، نئ

تمکنت عطا فرمائی، نئے ولولے بخشے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے احباب جماعت کے دلوں میں نئی امنگیں ڈالی گئیں اور وہ نئی منزلوں کی طرف پہلے سے زیادہ تیز قدموں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ یہ ایک ایسی تقدیر ہے جو ہر دور میں اسی طرح ظاہر ہوئی ہے اور ہمیشہ اسی طرح ظاہر ہوتی رہے گی۔ کوئی نہیں جو اس خدائی تقدیر کو بدل سکے۔

۱۹۷۴ء کا زمانہ کوئی دور کا زمانہ نہیں۔ آپ میں سے اکثر اس دور سے گزر کر یہاں پہنچے ہیں۔ آپ گواہ ہیں کہ احمدیوں پر کیسے کیسے خطرناک وقت آتے رہے ہیں۔ ایسے حالات میں اگرچہ ہمارے پیارے امام کا ہمیں یہی حکم تھا کہ مسکراتے چہروں کے ساتھ ان مصائب کو برداشت کرو لیکن حقیقت یہ ہے کہ چہرے مسکراتے تھے اور دل خون ہو رہے ہوتے تھے لیکن مصائب و آلام کے اس پر آشوب دور میں جہاں تک دنیا کی آنکھ کا تعلق ہے وہ جماعت احمدیہ کے چہروں پر ایک کھیلتی ہوئی مسکراہٹ ہی دیکھتی رہی۔ دنیا کی کوئی طاقت احمدیوں کی مسکراہٹوں کو ان سے چھین نہ سکی۔ اور وہ مسکراہٹیں ہمارے لئے ایک ابدی رحمت اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کا نشان بن گئیں اور جس طرح پہلے بارہا جماعت ان مشکلات کے دور سے گزر کر ترقی کی راہوں پر گامزن ہوئی تھی ایک دفعہ پھر ہم نے اللہ کے فضلوں کا نظارہ دیکھا اور اسی نے اپنی رحمت سے ڈولتے ہوئے دلوں کو سہارا دیا۔ گرتی ہوئی عمارتوں کی جگہ نئی بہتر اور زیادہ شاندار عمارتیں تعمیر کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ لٹتے ہوئے مالوں میں برکت بخشی۔ برباد ہوتی ہوئی تجارتوں کو از سرِ نو استحکام بخشا۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کا ہم نے ایک نیا دور دیکھا جو پہلے دور سے کہیں زیادہ عظیم فضلوں والا اور پہلے دور سے کہیں زیادہ طمانیت اور تسکین بخش دور تھا۔ یہ سلسلہ خدا کے فضل سے جاری رہا ہے اور جاری رہے گا۔ اور جیسا کہ میں نے کہا ہے دنیا کا کوئی ہاتھ اس خدائی تقدیر کے لکھے کو مٹا نہیں سکتا۔

اس ضمن میں کچھ تقاضے ہم سے بھی ہیں۔ یہ وفا کے تقاضے ہیں۔ صبر کے تقاضے ہیں۔ استقلال کے ساتھ اپنے رب کی راہوں پر گامزن رہنے کے تقاضے ہیں۔ اس کی ہر رضا پر راضی رہنے کے تقاضے ہیں خواہ تنگی کی صورت ہو یا آسانی کی صورت ہر حال میں رب کریم کے حضور سرِ تسلیم خم کرنے کے تقاضے ہیں۔ اگر ہم یہ تقاضے پورے کرتے رہے اور اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کو ہمیشہ پہلے سے زیادہ شان کے ساتھ ہمارے حق میں پورا کرتا رہے گا۔ جرمنی

کی جماعت اس پہلو سے خدا کا ایک زندہ نشان ہے۔

اس سفر پر روانہ ہونے سے پہلے میں نے ۱۹۷۴ء سے پہلے کا چندے کا ریکارڈ نکلوایا اور پھر ۷۴ء کے بعد کے چندے کا ریکارڈ دیکھا تو یوں معلوم ہوا کہ پہلے دور کو بعد کے دور سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ یہ وہ ملک ہے جہاں کی جماعت احمدیہ بعض اوقات خود کفیل بھی نہیں ہوتی تھی اور جسے باہر کی جماعتوں کے ذریعہ مدد دینی پڑا کرتی تھی اور جو تھوڑا سا چندہ آہستہ آہستہ بڑھتا رہا وہ بمشکل اس مقام تک پہنچا کہ یہ جماعت اپنے پاؤں پر کھڑی ہو سکے۔ پھر وہ زلزلے آئے جن کا میں نے ذکر کیا۔ پھر اللہ کی راہ کے مہاجرین اپنے ملک کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور اس ملک میں آکر اللہ کے فضلوں اور رحمتوں کے سہارے پر انہوں نے پناہ لی۔ خدا تعالیٰ کی رحمتوں کا سایہ وہ اپنے ساتھ لے کر آئے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دیکھتے دیکھتے اس ملک کی جماعت احمدیہ کی کایا پلٹ گئی۔ چنانچہ یہ جماعت جو بعض دفعہ اپنے کام چلانے کے لئے دوسری جماعتوں کی مرہون منت ہوا کرتی تھی نہ صرف خود کفیل ہوگئی بلکہ اس نے کئی دوسری جماعتوں کے بوجھ اٹھا لئے اور آج خدا تعالیٰ کے فضل سے یورپ کی ان جماعتوں میں شمار ہوتی ہے جو اپنے بوجھ اٹھانے کے بعد باہر کی جماعتوں کے بوجھ بھی اٹھا رہی ہیں۔ چنانچہ جہاں کہیں بھی سلسلہ کو ضرورت پیش آتی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے جرمنی کی جماعت کے چندہ میں سے ایک خطیر رقم اُس طرف منتقل کر دی جاتی ہے۔ پس یہ ہے وہ الٰہی نشان اور اس کے فضلوں کا وہ پہلو جس کی طرف میں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم پہلے سے زیادہ اپنے رب کے شکر گزار بندے بنیں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جرمنی کی جماعت کے اکثر نوجوان بڑی مشکلات میں سے گزر رہے ہیں اور گزرتے رہے ہیں۔ میرے دل میں ان کے لئے خاص طور پر محبت کے جذبات موجزن ہیں اس لئے کہ انہوں نے پیش آمدہ مشکلات کے باوجود خدا کے حقوق ادا کئے اور سخت مشکلات میں سے گزرتے رہنے کے باوجود حمد باری سے ان کے سینے معمور اور یادالٰہی سے ان کی زبانیں تر رہیں اور جب کبھی خدا کی خاطر ان سے مالی قربانی کی اپیل کی گئی تو انہوں نے اس بارہ میں کسی قسم کی کنجوسی نہیں دکھائی۔ بہت سے ایسے دوست بھی ہیں جو خدا کے فضل سے موصی ہیں جو شرح کے مطابق اپنے چندے ادا کرتے ہیں۔ ان کے حالات اپنے ملک میں ایسے ہیں کہ وہ

نہیں جانتے کہ واپس جا کر ان کا کیا بنے گا۔ بعض دوستوں کے حالات جرمنی میں ایسے ہیں کہ ان کا سارا مستقبل بظاہر مخدوش نظر آتا ہے لیکن جب خدا کی خاطر ان کو اپنے پاک مالوں سے جدا ہونے کی اپیل کی جاتی ہے جو انہوں نے بڑی محنت کے ساتھ پاکیزہ رزق کے طور پر کمائے ہوتے ہیں تو بڑے کھلے دل کے ساتھ وہ خدا کی راہ میں ان عزیز مالوں سے جدا ہوتے ہیں۔ وہ یہ سوچتے ہوں گے کہ ہمارا کیا بنے گا۔ میں ان کو بتاتا ہوں کہ ان کا وہی بنے گا جو ہمیشہ خدا کے بندوں کا بنا کرتا ہے۔ اللہ ہی ہے جو ان کا کفیل ہے اللہ ہی تھا جو ان کا کفیل تھا اور اللہ ہی ہے جو آئندہ بھی ہمیشہ ان کا کفیل رہے گا۔ ان کی قربانیاں ان کے مستقبل کی ضمانتیں ہیں اور اس سے بہتر ضمانت دنیا میں اور کسی قوم کو نصیب نہیں ہوسکتی۔ وہ لوگ جو خدا کی راہ میں قربانیوں سے نہیں ڈرا کرتے اللہ خود ان کا نگہبان ہو جاتا ہے۔ وہ خود ان کا نگران بن جاتا ہے۔

جرمنی میں پریس کانفرنسز میں لوگوں کے پوچھنے پر میں ان کو بتاتا رہا کہ یہ انگوٹھی (جو حضور نے اس وقت پہن رکھی تھی۔ مرتب) وہ انگوٹھی ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں میں تھی۔ میں ایک گنہگار اور عاجز انسان ہوں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ مقدس انگوٹھی اس گنہگار کی انگلی میں آئے گی۔ لیکن خدا کی تقدیر نے یہی ظاہر فرمایا۔ اس انگوٹھی کا پیغام وہی پیغام ہے جو میں آپ کو دے رہا ہوں۔

ایک وقت تھا جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے دنیوی معاملات کی کچھ بھی خبر نہیں تھی۔ کچھ پتہ نہیں تھا کہ جائیداد کیا ہے۔ کتنی ہے۔ کون قابض ہے۔ دنیا کے نظام کیسے چلتے ہیں۔ آپ اللہ کے لئے خالصۃً وقف ہو چکے تھے۔ اس وقت ایک شام آپ کو یہ الہام ہوا۔ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ (کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 ص193) کہ رات کو آنے والا ایک حادثہ ہے اور تمہیں کیا پتہ ہے کہ وہ حادثہ کیا ہے۔ یہ سنتے ہی آپ کی توجہ اپنے والد کی طرف منتقل ہوئی جو بہت بیمار تھے اور معاً یہ خیال گذرا کہ خدا تعالیٰ مجھے یہ اطلاع دے رہا ہے کہ آج رات تمہارے والد اس جہان فانی سے کوچ کر جائیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتے ہیں کہ اُس وقت میرے دل میں اک وہم سا گذرا اور فکر کا ایک سایہ سا آیا کہ میرے والد ہی تو میرے کفیل تھے اور دنیا کی مجھے کچھ خبر نہیں۔ اپنے بھائیوں اور عزیزوں سے مجھے کوئی توقع نہیں۔ اب میرا کیا بنے گا۔ جب یہ خیالات آپ کے دل میں

پیدا ہوئے تو معاً بڑے زور اور شدت کے ساتھ اور خاص جلال کے ساتھ یہ الہام ہوا۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (کتاب البریہ روحانی خزائن جلد 13 ص 194) کیا خدا اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں؟ اس الہام کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی پر ایک زلزلہ سا طاری ہو گیا اور طبیعت شدت کے ساتھ استغفار کی طرف مائل ہوئی۔ لیکن جوں جوں وقت گذرتا چلا گیا معلوم یہ ہوتا چلا گیا کہ یہ ایک عظیم الشان خوشخبری تھی جو ہمیشہ ہمیش کے لئے آپ کے لئے بھی تھی اور آپ کے ساتھ کے درویشوں کے لئے بھی تھی۔ ان نسلوں کے لئے بھی تھی جنہوں نے آپکا فیض پایا اور ان نسلوں کے لئے بھی تھی جو بعد میں آنے والی تھیں۔ گویا اس الہام کے فیض سے جماعت احمدیہ ہمیشہ مستفیض ہوتی رہے گی۔ اور گویا یہ اعلان تھا کہ آج دنیا میں ایک ہی تو ہے جو میرا بندہ کہلانے کا مستحق ہے۔ ماؤں کا ایک لعل ہوتا ہے تو وہ اس کو نہیں چھوڑا کرتیں پھر تمہیں کیسے یہ وہم ہوا کہ میں اپنے بندہ کو اس دنیا میں اکیلا چھوڑ دوں گا۔ اگر تجھے چھوڑ دیا تو دنیا میں اور کون ہوگا جسے میں اپنا بنا سکوں۔ چونکہ آپ بندگی کا خلاصہ تھے اور آپ وہ تھے جن سے آگے عبادت کرنے والے پیدا ہونے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا۔

قبل ازیں خدا کی قدرت کا ایک زبردست نظارہ دنیا نے جنگ بدر میں دیکھا جس کی یاد آج بھی دلوں کو ایمان سے بھر دیتی ہے۔ جنگ بدر میں ۳۱۳ صحابہؓ جن میں بوڑھے بھی تھے اور بچے بھی۔ کمزور اور نحیف بھی تھے اور نہتے بھی تھے۔ وہ سب کے سب ایسے حال میں اسلام کے دفاع کے لئے نکل کھڑے ہوئے کہ اُن کے پاس لڑنے کے سامان بھی پورے نہیں تھے بلکہ پہننے کے کپڑے بھی پورے نہیں تھے۔ نہ ان کے پاس تلوار تھی۔ کسی کے پاس محض جھنڈا تھا۔ کسی کے پاس لکڑی کی تلوار تھی۔ مگر جو بھی کچھ کسی کے پاس تھا وہ لے کر خدا کے دین کی حفاظت کے لئے میدان میں حاضر ہو گیا۔ چنانچہ ایک جنگ اس میدان میں لڑی گئی جو بدر کا میدان تھا اور ایک اس خیمہ میں لڑی جارہی تھی جہاں دراصل فتح و شکست کا فیصلہ ہونا تھا یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا خیمہ۔ بے حد گریہ وزاری کے ساتھ روتے ہوئے آنحضرت ﷺ اپنے رب کے حضور یہ عرض کر رہے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ فَلَا تُعْبَدُ فِي الْاَرْضِ اَبَدًا (مسند احمد بن حنبل جلد احدیث نمبر 203)

کہ اے میرے اللہ۔ مجھے اور کچھ پرواہ نہیں۔ مجھے تو تیری ذات کے تقدس کی فکر ہے۔ اگر

یہ عبادت گذار بندے اس میدان میں ہلاک کر دیے گئے تو پھر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ یہ کوئی دھمکی کا رنگ اس لئے نہیں تھا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تو اللہ کے عشق و محبت میں فنا ہو کر مجسم عجز و انکسار بن گئے تھے۔ یہ دراصل اظہار غم تھا، اظہار فکر تھا، بے چینی کی ایک آواز تھی، درد و کرب میں ڈوبی ہوئی ایک چیخ تھی کہ اے میرے رب! میں نے تو ساری عمر کی محنت کے ساتھ تیرے عبادت گذار بندے تیار کئے تھے۔ اگر آج مشرکوں کے ہاتھوں یہ عبادت کرنے والے بھی ہلاک ہو گئے تو میرے بعد اور کون ہوگا جو تیرے عبادت گذار بندے پیدا کر سکے۔ مجھ سے بڑھ کر عبادت کا حق اور کون ادا کر سکتا ہے۔ میں نے خود ان کو دین سکھایا۔ ان کو عبادت کے اسلوب بتائے۔ ان کو راتوں کو جاگنے کی لذت بخشی۔ ان کو جاگتے ہوئے اور سوتے ہوئے اور لیٹتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے اور بیٹھتے ہوئے ہمیشہ یاد الٰہی میں محو رہنے کی تعلیم دی۔ پس مجھے یہ غم نہیں ہے کہ یہ لوگ مارے جائیں گے۔ مجھے تو یہ غم ہے کہ اے میرے آقا! اگر یہ لوگ مارے گئے تو پھر تیری عبادت کون کرے گا۔ کون لوگ ہوں گے جو تیری عبادت کے لئے اس دنیا میں آئیں گے۔

یہ ایک ایسی دعا تھی جس نے وہیں اس خیمہ میں اس جنگ کا فیصلہ کر دیا۔ مؤرخ حیران ہوتے ہیں اور حیران ہوتے رہیں گے کہ یہ کیسے ممکن تھا کہ بدر کے میدان میں ۳۱۳ بوڑھے اور بچے، کمزور اور نحیف لوگ عرب کے چوٹی کے لڑنے والوں پر فتح پا گئے۔ جب کہ آنحضرت ﷺ نے اس نظارہ کو دیکھ کر یہ فرمایا تھا کہ مکہ نے اپنے جگر گوشے اٹھا کر اس میدان میں ڈال دیے۔ (تاریخ طبری جلد 2 ص 28) وہ ایسے چوٹی کے لڑنے والے تھے جن پر سارا عرب فخر کیا کرتا تھا۔ ان کی بہادریوں کے گیت گائے جاتے تھے۔ ان کے مقابل پر جنگ بدر کے میدان میں مسلمانوں کے لشکر میں ایسے بھی تھے جو بوڑھے تھے۔ بعض لنگڑے تھے۔ بعض ایسے تھے جن کے پاس تن ڈھانپنے کے پورے کپڑے نہیں تھے۔ ان میں بعض شہید ہوئے تو ان کے کپڑے سے اوپر کا تن ڈھانکا جاتا تھا تو نیچے کا تن ننگا ہو جاتا تھا۔ نیچے کا ڈھانکا جاتا تو اوپر کا تن ننگا ہو جاتا تھا۔ (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب فضل الفقر) لیکن خدا کے ان عبادت گذار بندوں کو جب جہاد کے لئے بلایا گیا تو محض خدا کی عبادت کی خاطر اور اس کے نام کی بلندی کے لئے وہ میدانِ جنگ میں حاضر ہو گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے لئے آنحضور ﷺ نے دعا کی تھی اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلِکْ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ فَلَا تُعْبَدُ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا ان خوش قسمت لوگوں میں بعض بچے بھی تھے ایسے بچے جو شوق شہادت میں بڑا بننے کی کوشش کر رہے تھے اور ایڑیاں اٹھا اٹھا

کر کھڑے ہوتے تھے تا کہ آنحضرت ﷺ ان کو ردّ نہ فرما دیں کیونکہ آنحضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ چھوٹی عمر کے بچوں کو واپس کر دیا جائے گا۔ میدان جنگ میں بالغ مردوں کی ضرورت ہے اور بالغ لوگوں پر ہی جہاد فرض ہے۔ بچوں کا کام نہیں ہے کہ وہ میدان جنگ میں پہنچیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وہ بچے قطار میں اس طرح کھڑے تھے کہ ایڑیاں اونچی کر کے پنجوں کے بل کھڑے تھے اور گردنیں تان رکھی تھیں تا کہ قد اونچا نظر آئے۔ وہ اس لئے ایسا نہیں کر رہے تھے کہ انکو کوئی تکبر تھا۔ وہ اس لئے ایسا کر رہے تھے کہ خدا کی راہ میں گردنیں کاٹی جائیں اسکے سوا انکا گردنوں کو اونچا کرنے کا اور کوئی مقصد نہیں تھا ۔آنحضرت ﷺ نے جب یہ نظارہ دیکھا تو مسکرا کر فرمایا۔ میں تمہیں جانتا ہوں۔ تم بچے ہو۔ تمہیں واپس چلے جانا چاہئے۔ ایک بچے نے دوسرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یا رسول اللہ! میری عمر اس سے زیادہ ہے۔ اس لئے مجھے اجازت دیدیں۔ چنانچہ اس کا شوق اور بے قراری دیکھ کر آنحضور ﷺ نے اس کو اجازت دے دی۔ دوسرا بچہ بے قرار ہو کر بولا یا رسول اللہ! کشتی کروا کر دیکھ لیں۔ میں اس کو گرا لیا کرتا ہوں۔ اگر اس کا حق شامل ہونے کا ہے تو میرا حق فائق ہے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے اس کو بھی اجازت دے دی۔ (تاریخ طبری جلد 2 ص 61، سیرت النبی ﷺ ابن ھشام جلد 2 ص 66) تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ یہی وہ دو بچے تھے جو ایک مسلمان مجاہد کے دائیں اور بائیں کھڑے تھے۔ ان کی یہ روایت ہے کہ جب میں نے اپنی دائیں اور بائیں طرف دیکھا تو میں پریشان ہوا کہ میرے دونوں بازو کمزور ہو گئے کیونکہ لڑنے والے سپاہی جانتے ہیں کہ اگر بازو مضبوط ہوں تو ان کو خدمت کا زیادہ موقع ملتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں ابھی میں اس فکر میں ہی تھا کہ اچانک ان کو ایک طرف سے کہنی پڑی۔ انہوں نے مُڑ کر دیکھا ان میں سے ایک بچہ یہ پوچھ رہا تھا کہ چچا! وہ ابو جہل کون ہے جو میرے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کی آواز میں ایسی بیقراری اور بے چینی تھی کہ گویا غم کا مارا ہوا وہ معصوم دل صرف اسی دُکھ میں مبتلا تھا کہ وہ ظالم ہے کون جو محمد مصطفیٰ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں، میں نے تعجب سے اس کو دیکھا کہ اتنے میں بائیں طرف سے میرے کہنی پڑی اور دوسرے بچے نے بھی یہی سوال کیا چچا! وہ ابو جہل کون ہے جو ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے۔ ابھی لڑائی شروع نہیں ہوئی تھی۔ صف بندی کی جا رہی تھی۔ انہوں نے میدان پر نظر ڈالی تو ابو جہل نظر آ گیا اس کی طرف انگلی اٹھائی اور کہا وہ ہے وہ ظالم جو محمد مصطفیٰ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے۔ وہ کہتے ہیں

جس طرح عقاب پرندہ پر جھپٹتا ہے اس طرح وہ دونوں بچے بیقرار ہو کر دوڑے اور دیکھتے ہی دیکھتے ابو جہل کو جالیا اور وار پہ وار کر کے اس کو زخمی کر دیا۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی باب فضل من شھد بدراً) میں نہیں جانتا کہ وہ بچ کر واپس آئے یا نہیں۔ زخمی ہو کر زندہ بچے یا شہید ہو گئے لیکن تاریخ اسلام گواہ ہے کہ وہ دونوں بچے وہ پہلے مجاہد تھے جنہوں نے دشمن پر تلوار اٹھائی۔ یہ تھے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھی۔ اور ان سے خدا نے جو سلوک فرمایا وہ سب دنیا پر عیاں ہے۔ تاریخ دان اسے دیکھ کر حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔ وہ یہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ یہ واقعہ ہوا تو کیسے ہوا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ واقعہ ان عبادت گزار بندوں کے ذریعہ رونما ہوا جن میں بوڑھے بھی تھے۔ اور معصوم بھی۔ جوان بھی تھے اور بچے بھی۔ وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن وہ عبادت گزار دل رکھتے تھے اور دنیا میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ جو عبادت گزار دل ہوں اللہ تعالیٰ انہیں ضائع فرما دے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بھی یہی پیغام تھا۔ خدا نے فرمایا اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کہ اے میرے بندے! آج تو تو ہے دنیا میں میری عبادت کا خلاصہ۔ تجھے وہم کیسے پیدا ہوا کہ میں تجھے مٹنے دوں گا۔ میں نے اپنے عبادت گزار بندوں سے تو کبھی بے وفائی نہیں کی۔

پس جرمنی کے احباب جماعت کے لئے بھی میرا یہی پیغام ہے کہ آپ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کا فیض اٹھاتے رہے ہیں، اب بھی اٹھا رہے ہیں اور انشاء اللہ ہمیشہ اٹھاتے رہیں گے لیکن اس کے ساتھ عبادت کا بھی تو حق ادا کیجئے کیونکہ اس اَلَیْسَ اللّٰہُ کی روح عبادت میں مخفی ہے اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ میں ایک پیغام ہے کہ جب تک دنیا میں خدا کی عبادت قائم رہے گی اور جب تک اللہ سے محبت کرنے والے دل دھڑکتے رہیں گے اللہ کے فضلوں کی ہمیشہ کے لئے ضمانت ہے اور اس ضمانت کو دنیا میں کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔

پس جہاں خدا تعالیٰ نے آپ کو مالی قربانیوں کی توفیق بخشی ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں آپ نے اپنے عزیز مال فدا کرنے کی سعادت پائی ہے وہاں اس بات کو بھی فراموش نہ کریں۔ اگر آپ نے اس حقیقت کو فراموش کر دیا تو یہ رحمتیں اور یہ برکتیں عارضی ثابت ہوں گی۔ آپ کے ساتھ کچھ دیر چلیں گی پھر آپ کی اولادوں کے حصّہ میں نہیں آئیں گی اس لئے سب سے اہم اور بنیادی پیغام جو میں آپ کے لئے لے کر آیا ہوں وہ یہی ہے کہ خدا کی عبادت کو قائم کریں۔ ہر دل وہ عابد دل

بن جائے ، ہر شخص خدا کا ایسا عبادت گزار بندہ بن جائے کہ ہر ایک احمدی فرد کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خدا کے فرشتے یہ آواز بلند کر رہے ہوں کہ:

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ
اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ
اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ
اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

یہی ہے ہماری زندگی کا راز۔ اسی میں جماعت احمدیہ کی اجتماعی زندگی ہے۔ اسی میں ہم سب کی انفرادی زندگی ہے۔ اس لئے عبادت کی لذت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ظاہری عبادت جو محض اُٹھنے اور بیٹھنے کی حد تک محدود رہنے والی عبادت ہے وہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ یہ تو ایک برتن ہے اس برتن کو محبت سے بھرنا پڑے گا۔ کیونکہ خدا کی راہ میں خالی برتن قبول نہیں ہوا کرتے۔ اللہ کی راہ میں پیار اور عشق اور محبت کا وہ دودھ قبول ہوتا ہے جو ان برتنوں کے اندر ہوتا ہے اس لئے اس کی فکر کریں۔ اپنی عبادت کا ظاہر بھی قائم کریں کیونکہ اگر ظاہر قائم نہ ہو یا مثلاً برتن نہ ہو تو دودھ کی حفاظت کا کوئی انتظام نہیں ہوتا۔ لیکن خالی برتن بھی کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس لئے عبادت کے سلسلہ میں دو باتوں کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کروانی چاہتا ہوں۔

اوّل یہ کہ پانچ وقت نماز کی عادت ڈالیں۔ یہ مومن کی زندگی کی حفاظت کے لئے ضروری ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر نماز کو اللہ کی محبت کے رنگ سے بھرنے کی کوشش کریں۔ اگر ایک نماز بھی انسان کو ایسی نصیب ہو جائے جس میں اللہ تعالیٰ کا عشق موجزن ہو تو وہی نماز ہمیشہ کے لئے اس کی نجات کی ضمانت بن جایا کرتی ہے۔ چنانچہ لیلۃ القدر میں یہی راز ہے اور یہی پیغام ہے کہ بعض اوقات انسان کو ایک ایسی عبادت نصیب ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ میں آئندہ ہمیشہ اس کی عبادت کی ضمانت مل جاتی ہے۔ انسان کو اس کی عبادت کی حفاظت کا پیغام ملتا ہے۔ اسی لئے ایسی نمازیں پڑھنے کی کوشش کریں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور اس کے نتیجہ میں وہ تمہیں اپنا بنا لے۔

پس یاد رکھیں یہی وہ طاقت ہے جس کے بل بوتے پر احمدیت نے دنیا میں اسلام کو غالب کرنا ہے۔ یہی وہ ذریعہ ہے جس سے احمدیت کی گاڑی رواں دواں رہے گی۔ اگر یہ گاڑی

خدانخواستہ اس طاقت سے خالی ہوگئی تو اس کی مثال تو ایسی ہوگی جیسے کوئی بہت اچھی کار ہو لیکن پٹرول مہیا نہ ہو۔ آپ لاکھ کوشش کریں اس کو دھکیلنا جان جوکھوں کا کام ہوگا۔ بعض لوگ ایسی گاڑیوں کو چھوڑ کر پیدل سفر کرنے لگتے ہیں۔ یہی حال ان مذہبی جماعتوں کا ہوا کرتا ہے جو اپنے اندر عبادت کی روح پیدا کرنے سے غافل ہو جاتی ہیں۔ پھر لوگ ان کو دھکیلتے دھکیلتے تھک جاتے ہیں یہاں تک کہ پھر ان کو چھوڑ دیتے ہیں اور اپنی اپنی گٹھڑیاں اٹھا کر اپنی راہیں لیتے ہیں۔ مذہب کا یہی المیہ ہے جو ہمیشہ دیکھنے میں آتا رہا ہے۔ پس احمدیت کی اس گاڑی کو جسے خدا کے نام پر اسلام کی سربلندی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے خون سے سینچتے ہوئے اور اس میں اپنا خون بھر کر دنیا میں جاری فرمایا ہے، اسکو اپنے خونوں سے بھری رکھیں یعنی محبت کے خون سے، عشق کے خون سے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانیوں کے خون سے۔ خدا تعالیٰ کی عبادت کے جذبہ سے یہ گاڑی آگے چلے گی۔ پس یہ وہ بنیادی حقیقت ہے جس سے کبھی غافل نہ ہوں۔

جیسا کہ میں نے بتایا ہے عبادت کے دو پہلو ہیں ایک ظاہری اور دوسرا باطنی۔ ظاہری پہلو بھی بہت اہم اور ضروری ہے۔ کیونکہ ظاہری پہلو کی اگر حفاظت نہ کی جائے تو محض وہ پٹرول رہ جائے گا جو کسی گاڑی کے چلانے کے کام آ سکتا ہے مگر گاڑی موجود نہیں ہوگی تو ایسا پٹرول بھی کسی کام کا نہیں۔ اس لئے دونوں باتیں ضروری ہیں اور دونوں ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں اور ایک دوسرے کے لئے لازم ہیں۔ پس ظاہر کی حفاظت بھی بہت ہی ضروری اور اہم ہے اور بنیادی حقیقت ہے۔ عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ جب ظاہر کی طرف سے انسان غافل ہونا شروع ہو جائے تو رفتہ رفتہ باطنی لحاظ سے بھی انسان غافل ہونے لگ جاتا ہے۔ اس لئے ان ملکوں میں جن میں آپ بس رہے ہیں ان میں پہلی ضرورت ظاہر کی حفاظت کی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آپ میں سے اکثر ایسے ہیں جو نماز کے مختلف اوقات کے دوران کام میں مصروف ہوتے ہیں اور نماز پڑھنے کی یا تو وہ جگہ نہیں پاتے یا عام جگہوں پر نماز پڑھنے سے شرما جاتے ہیں یا ایسی جگہیں جہاں مسجدیں دور دور ہوں اور بہت کم مواقع ملیں مسجدوں میں حاضری کیلئے وہاں باجماعت نماز کا تصور اڑ جاتا ہے اور آہستہ آہستہ انسان یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ اکیلی نماز ہی اصل نماز ہے۔ پھر اکیلی نماز بھی پوری نہیں رہتی۔ پھر موسم کے تقاضے ایسے ہوتے ہیں کہ انسان یہ سمجھنے لگتا ہے کہ سورج کا نکلنا یا نہ نکلنا یہ تو عارضی نشانیاں ہیں۔ ہم جن ملکوں

میں بس رہے ہیں ہم اُن سے بالا ہیں۔اس لئے جب آنکھ کھلے اس وقت نماز پڑھ لینی چاہئے۔ یہ کمزوریاں رفتہ رفتہ بڑھنے لگتی ہیں۔ پھر نمازیں جمع کرنے کی طرف رجحان ہو جاتا ہے۔ پھر نمازیں جمع کرتے کرتے نمازیں Miss بھی ہونے لگ جاتی ہیں۔

یہ سارا ایک ایسا تکلیف دہ اور پر عذاب منظر ہے جو بعض ملکوں کا مقدر ہے اور وہاں جب تک ایک ذہین آدمی پوری بیدار مغزی کے ساتھ ان مصائب اور تکالیف کا جو نماز کی راہ میں پیش آتی ہیں مقابلہ نہ کرے وہ پوری طرح نماز کا حق ادا نہیں کرسکتا۔اس لئے میں خاص طور پر ان ملکوں کے احباب جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے رب سے یہ عہد کریں کہ خدا کی عبادت سے غافل نہیں ہوں گے۔ یہ ان کی زندگی کا سرمایہ ہے۔ یہ ان کا زادِراہ ہے ان کی ذات کے لئے بھی اور جماعت کی اجتماعی حیثیت کے لحاظ سے بھی۔ یہ زادِراہ جتنا زیادہ ہوگا احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو اتنی ہی زیادہ قوت وطاقت اور شان وشوکت نصیب ہوگی۔ میں اس سلسلہ میں چند مشورے احباب جماعت کو دیتا ہوں۔

سب سے پہلے تو دوست یہ عہد کریں کہ جہاں تک ممکن ہو سوائے ان ضروریات کے جن میں اللہ تعالیٰ اجازت دیتا ہے کہ نمازیں جمع کی جائیں، نمازیں اپنے وقت پر ادا کیا کریں اور اس بات کی پرواہ نہ کیا کریں کہ کون آپ کو دیکھ رہا ہے اور کیا سمجھ رہا ہے۔ یہ محض جھوٹی شرمیں ہیں اور ایسی حیائیں ہیں جو درحقیقت بے حیائی کا رنگ رکھتی ہیں یعنی اللہ سے شرمانے کی بجائے اگر کوئی شخص انسان سے شرمانے لگ جائے تو اسی کا نام بے حیائی ہے۔ جہاں شرم کا حق ہے وہاں یہ حق ادا ہونا چاہئے۔ میں نے دیکھا ہے کئی عورتیں جو بے پردہ ہونے لگیں تو وہ ایسا کرتی ہیں کہ جب کوئی واقف یا محرم مرد سامنے آجائے تو اس سے پردہ کر لیتی ہیں اور جب غیروں کے سامنے جاتی ہیں تو پردہ اتار دیتی ہیں اور یہی بے حیائی ہے۔ اور عبادت میں بے حیائی یہ ہے کہ انسان دوسرے انسان سے شرمانے لگ جائے اور اللہ پر نظر نہ رکھے کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے اور مجھ سے کیا توقع رکھتا ہے، دنیا کے ادنیٰ آدمیوں سے جن سے میرا کچھ بھی واسطہ نہیں، نہ وہ مجھے کچھ دے سکتے ہیں اور نہ مجھ سے کچھ چھین سکتے ہیں، ان سے شرما کر میں عبادت سے غافل ہو رہا ہوں اور اپنے خالق و مالک سے بے وفائی کر رہا ہوں۔غرض یہ ہے وہ جھوٹی شرم جو اکثر غیر ملکوں میں بسنے والوں کی راہ میں روک بن جایا کرتی ہے۔ خود مجھے اس کا تجربہ ہے۔

انگلستان میں جب میں تعلیم حاصل کرتا تھا تو بہت سے پاکستانی جو ویسے نماز پڑھتے تھے لیکن لوگوں کے سامنے نماز پڑھنے سے وہ شرماتے تھے۔ بعض احمدی بھی اس کمزوری کا شکار ہوئے چنانچہ ہم نے اُن کو سمجھایا۔ میرے ساتھ میر محمود احمد ناصر صاحب پڑھا کرتے تھے۔ یونیورسٹی میں ہمیں جب وقت ملتا تھا ہم وہاں دونوں مل کر نماز باجماعت ادا کیا کرتے تھے۔ شروع میں لوگوں نے تعجب کیا ہوگا۔ مگر ہمیں کوڑی کی بھی پرواہ نہیں ہوئی۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بعض دفعہ پروفیسر کلاس روم یہ کہہ کر خالی کر دیا کرتے تھے کہ تمہاری نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ تم یہاں نماز پڑھ لو۔ پس اللہ تعالیٰ کی راہ میں غیروں سے شرمانا یہ بھی ایک قسم کا شرک ہے۔ اس لئے اس معاملہ میں اپنے دل کو خوب کھنگالیں اور صاف کریں اور یہ عزم کریں کہ خواہ سارا جرمنی بھی آپ کی نماز پر قہقہے لگا رہا ہو آپ ایک کوڑی کی پرواہ بھی نہیں کریں گے۔

احباب جانتے ہیں چند سال پہلے یورپ اور امریکہ کے لئے میں اپنے ذاتی سفر پر نکلا تھا اور اپنی بچیوں کو بھی ساتھ لے کر گیا تھا۔ میں نے ان کی تربیت کی خاطر انہیں اس بات کا پابند کیا، حالانکہ عورتوں پر نماز باجماعت فرض نہیں ہے کہ وہاں میلوں میں پھیلی ہوئی سفاری پارکس یا دوسری جگہوں پر جہاں لوگ اکٹھے ہوتے ہیں۔ وہاں عین سب لوگوں کے درمیان ہم نماز باجماعت پڑھتے تھے۔ آگے میں کھڑا ہو جاتا تھا۔ پیچھے میری بچیاں اور کوئی احمدی دوست اگر ہوں تو وہ بھی ساتھ کھڑے ہو جاتے تھے۔ نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ لوگ ہمارے اردگرد کھڑے ہو جاتے اور کچھ دیر تعجب سے دیکھتے اور پھر سوال کرتے تھے کہ یہ کیا ہو رہا تھا، جب ہم ان کو بتاتے تھے تو ان کی ہنسیاں غائب ہو جاتی تھیں۔ ان کے دل میں احترام کے جذبات پیدا ہو جاتے تھے اور اس سے تبلیغ کی کئی راہیں کھل جاتی تھیں۔ کئی لوگ ہمارا پتہ پوچھتے تھے۔ چنانچہ وہ ظاہری ذلت جس سے انسان کے دل میں جھوٹا خوف پیدا ہوتا ہے اس طرح سب کے سامنے نمازیں پڑھنے سے ہمیں وہ بھی نہیں پہنچی تھی۔ پہنچتی بھی تو کوئی پرواہ نہیں تھی لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ یہ خوف ہی سارا جھوٹا ہے اس کی حقیقت ہی کوئی نہیں۔

پس اللہ تعالیٰ کی عبادت سے کبھی نہیں شرمانا چاہئے۔ عبادت ہی میں انسان کی عظمت ہے۔ اس عبادت ہی میں انسان کی عزت ہے۔ اسی میں اس کا وقار ہے۔ بھلا اپنے رب کے حضور جھکنے میں شرم والی کون سی بات ہے۔ لوگ دنیا والوں کے حضور جھکتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے دنیوی

کام کے لئے چھوٹے چھوٹے اہل کاروں مثلاً پٹواریوں اور تھانیداروں کے سامنے جھک جاتے ہیں۔ بعض دفعہ ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کے لئے لوگ اپنے دشمن کو بھی باپ بنا لیتے ہیں لیکن اَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ خدا کے حضور شرمانے لگ جاتے ہیں یہ انسانی کمزوری اور محض جھوٹا تصور ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اسی کا نام شرک ہے۔ اسی سے شرک کے مختلف پہلو آغاز پذیر ہوتے ہیں۔ میں نے جیسا کہ بیان کیا ہے اور ذاتی طور پر دیکھا ہے کہ عبادت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کبھی کوئی ذلت نہیں آتی بلکہ اس سے ہمیشہ انسانی وقار بڑھتا ہے۔

میں نے ایک واقعہ پہلے لکھا بھی ہے مجھے وہ لمحہ بہت پیارا لگتا ہے جو ایک مرتبہ لندن میں New Year's Day (نیوائیرز ڈے) کے موقع پر پیش آیا یعنی اگلے دن نیا سال چڑھنے والا تھا اور عید کا سماں تھا۔ رات کے بارہ بجے سارے لوگ ٹرانفالگر سکوائر میں اکٹھے ہو کر دنیا جہاں کی بے حیائیوں میں مصروف ہو جاتے ہیں کیونکہ جب رات کے بارہ بجتے ہیں تو پھر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اب کوئی تہذیبی روک نہیں۔ کوئی مذہبی روک نہیں۔ ہر قسم کی آزادی ہے۔ اس وقت اتفاق سے وہ رات مجھے یوسٹن اسٹیشن پر آئی۔ مجھے خیال آیا جیسا کہ ہر احمدی کرتا ہے اس میں میرا کوئی خاص الگ مقام نہیں تھا۔ اکثر احمدی اللہ کے فضل سے ہر سال کا نیا دن اس طرح شروع کرتے ہیں کہ رات کے بارہ بجے عبادت کرتے ہیں۔ مجھے بھی موقع ملا میں بھی وہاں کھڑا ہو گیا۔ اخبار کے کاغذ بچھائے اور دو نفل پڑھنے لگا۔

کچھ دیر کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا کہ کوئی شخص میرے پاس آ کر کھڑا ہو گیا ہے اور پھر نماز ابھی میں نے ختم نہیں کی تھی کہ مجھے سسکیوں کی آواز آئی۔ چنانچہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ ایک بوڑھا انگریز ہے جو بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا تھا۔ میں گھبرا گیا میں نے کہا پتہ نہیں یہ سمجھا ہے میں پاگل ہو گیا ہوں اس لئے شائد بے چارہ میری ہمدردی میں رو رہا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے تو اس نے کہا مجھے کچھ نہیں ہوا میری قوم کو کچھ ہو گیا ہے۔ ساری قوم اس وقت نئے سال کی خوشی میں بے حیائی میں مصروف ہے اور ایک آدمی ایسا ہے جو اپنے رب کو یاد کر رہا ہے اس چیز نے اور اس موازنے نے میرے دل پر اس قدر اثر کیا ہے کہ میں برداشت نہیں کر سکا۔ چنانچہ وہ بار بار کہتا تھا۔ God bless you. God bless you.

God bless you. God bless you. پس حقیقت یہ ہے کہ اگر ساری دنیا بھی مذاق اڑائے تب بھی ایک احمدی نوجوان کو کوڑی کی پرواہ نہیں ہونی چاہئے۔ وہ آزاد مرد ہے۔ خدا کے سوا اس کی گردن کسی کے ہاتھ میں نہیں۔ یہی حقیقی آزادی ہے جو انسان کو ایمان کے نتیجہ میں نصیب ہوتی ہے۔ اگر وہ ان چیزوں کی کوڑی بھی پرواہ نہیں کرے گا تو دنیا اس کے سامنے جھکے گی۔ دنیا اس کی پہلے سے زیادہ عزت کرے گی۔ دنیا میں ہمیشہ یہی دیکھا گیا ہے کہ خدا کی خاطر ذلتیں قبول کرنے والے دنیا میں کبھی ذلیل نہیں کئے گئے۔ ان کی عزتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ اضافے ہوتے ہیں اور برکتیں ملتی ہیں۔ پس اس جھوٹے خیال کو دل سے نکال دیں۔ یہ مشرکانہ خیال ہے۔ کسی احمدی کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ عبادت کرتے ہوئے دنیا کی طرف نگاہ رکھے اور شرمانے لگے کہ وہ مجھے کیا سمجھیں گے۔

تیسری بات وقت پر نماز پڑھنے کے متعلق ہے۔ اس بارہ میں میں پہلے کہہ چکا ہوں۔

چوتھی بات نماز باجماعت کے متعلق ہے اس سلسلہ میں میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ لوگوں کو یہ وہم ہے کہ جب تک آٹھ دس آدمی اکٹھے نہ ہو جائیں باجماعت نماز نہیں ہوسکتی۔ آنحضرت ﷺ کو جو دین عطا ہوا وہ ایک ایسا کامل اور عظیم الشان دین ہے کہ اس کی راہ میں کسی صورت میں، کسی شکل میں کوئی مشکل بھی حائل نہیں ہوتی چنانچہ جہاں تک مسجد کی ضرورت کا تعلق ہے آپ نے یہی فرمایا کہ اگر مسجد میسر ہو تو ضرور مسجد تک پہنچو۔ یہ تمہارا فرض ہے۔ لیکن اگر مسجد مہیا نہیں تو آپؐ نے اپنی امت کو یہ عظیم الشان خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ نے ساری زمین میرے لئے مسجد بنادی ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب قول النبی ﷺ جعلت لی الارض مسجداً وطھوراً) صرف آپؐ ہی وہ نبی ہیں جن کے لئے دنیا کی ساری زمین مسجد بنا دی گئی ہے کیونکہ آپؐ ساری دنیا کے لئے نبی بن کر تشریف لائے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو یہ سہولت عطا فرمائی کہ کسی خاص عبادت گاہ کی بھی ضرورت نہیں ہے، تیرے غلاموں کو جہاں کہیں نماز کا وقت آجائے تو وہیں نماز پڑھ لیں وہی جگہ ان کے لئے مسجد بن جایا کرے گی۔ پس اس سے یہ مشکل حل ہوگئی کہ مسجد تک پہنچنا ضروری ہوتا ہے اور کوئی آدمی یہ عذر نہیں کر سکتا کہ ہمارے پاس وقت نہیں ہوتا ہم مسجد پہنچ نہیں سکتے، مجبوریاں ہیں۔

دوسرے جہاں تک ساتھیوں کا تعلق ہے۔ یہ مسئلہ بھی آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ کے لئے حل فرمادیا۔ ایک صحابی نے جب دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ باجماعت نماز پر بہت زور دیتے ہیں تو اس

نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں تو ایک چرواہا ہوں، ایک مزدور ہوں، لوگوں کے چند پیسوں پر بھیڑیں پالنے کے لئے اکثر زندگی جنگل میں گذارتا ہوں اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بھی موجود نہیں ہوتا۔ میں تو با جماعت نماز کی ادائیگی سے محروم ہو جاؤں گا۔ میرے لئے کیا حکم ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لئے بھی کوئی مشکل نہیں۔ جب بھی نماز کا وقت آیا کرے تم اذان دے دیا کرو۔ اگر کوئی مسافر دور سے گذرتا ہوا تمہاری آواز کو سن لے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ڈال دے گا اور وہ آ کر تمہارے ساتھ نماز میں شامل ہو جائے گا۔ پھر فرمایا اگر کوئی مسافر بھی نہ ہو اور کوئی آواز نہ سن رہا ہو تو خدا آسمان سے فرشتے اتارے گا جو تمہارے پیچھے نماز کے لئے کھڑے ہو جائیں گے اور اسطرح تمہاری نماز با جماعت ہو جائیگی۔ کیسا عظیم الشان نبی ہے۔ کیسی عظیم الشان امت ہے اور ہمیشہ زندہ اور باقی رہنے والا کیسا عظیم الشان پیغام ہے۔ ہر مشکل کا حل اسلام میں موجود ہے ہر مشکل کو رحمت میں بدلنے والا نبی ہمیں عطا ہو گیا۔ ہمارے لئے فکر کی کونسی بات ہے۔

پس اگر احباب جماعت اپنے آپ کو اِن ملکوں میں مجبور سمجھتے ہیں تو اکیلے بھی با جماعت نماز پڑھ لیا کریں۔ تکبیر کہا کریں اور با قاعدہ با جماعت نماز کی طرح نماز پڑھا کریں اور یقین رکھیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات ہرگز جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ خدا کے فرشتے آسمان سے اتریں گے اور وہ آپ کے پیچھے نماز پڑھا کرینگے۔ آپ متقیوں کے امام بنائے جائیں گے۔ اگر آپ نماز کا حق ادا کرنا سیکھ جائیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل خود بخود نازل ہونے لگیں گے اور اس کثرت سے نازل ہونگے کہ ان کو سمیٹنے کے لئے آپ کا پیمانہ چھوٹا رہ جائے گا۔ خدا کے فضل آپ کے پیمانوں کے کناروں سے بہہ نکلیں گے۔

آخری بات اس سلسلہ میں مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اپنے بیوی بچوں کو بھی نماز پڑھنے کی تلقین کیا کریں۔ نماز قائم کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان خود نماز پڑھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ لوگوں کو بھی نماز پڑھنے کی تلقین کرتا ہے۔ پس آپ اپنے ماحول میں روزمرہ کا یہ اسلوب بنالیں، زندگی کا یہ دستور بنالیں کہ اپنے دوستوں کو بھی تلقین کیا کریں اور اپنے بیوی بچوں کو بھی تلقین کیا کریں۔ قرآن کریم میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے متعلق آتا ہے:

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ (مریم:۵۶)

کہ وہ اپنے اہل وعیال کو نماز اور زکوۃ کی ادائیگی کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ خود نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اپنے اہل کو نماز کی تلقین کیا کرو۔ فرمایا:

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (طٰہٰ:۱۳۳)

اور اس بات پر صبر کے ساتھ قائم رہ یعنی اے رسول! اس بات سے ہرگز نہ ہٹیں، نماز با جماعت کے لئے کہتے چلے جائیں کہتے چلے جائیں۔ آخر ایک وقت ایسا آئے گا کہ تمہاری تذکیر سے اور تمہاری نصیحت سے بے نمازیوں کے دل بھی مغلوب ہو جائیں گے۔ اگر تم ان کو کہتے چلے جاؤ گے اور نہیں تھکو گے تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

پس احباب جماعت کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو، اپنے بچوں کو اپنے ساتھیوں کو، اپنے دوستوں کو نماز با جماعت کی ہمیشہ تلقین کرتے رہیں۔ اگر یہ چیزیں آپ کریں تو پھر معاشرہ خواہ کیسا برا ہو، کیسا مخالفانہ ہو، اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی نمازوں کی حفاظت ہوتی رہے گی۔ ویسے بھی یہ سادہ سادہ اور چھوٹی چھوٹی سی باتیں ہیں کوئی بڑی قربانی نہیں ہے۔ بہت معمولی بات ہے لیکن فوائد کے اعتبار سے بہت بڑی بات ہے۔ اس کے نتیجہ میں نماز کے ظاہر کی حفاظت بھی ہو جائے گی۔

اس کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے اور وہ ہے اپنی نمازوں کو اللہ کے پیار سے بھرنے کا۔ جب بھی نماز ادا کیا کریں سوچ کر اور سمجھ کر نماز ادا کیا کریں۔ سورۂ فاتحہ اگر کسی کو ترجمہ کے ساتھ نہیں آتی تو ترجمہ سیکھے اور ترجمہ کے ساتھ پڑھا کرے کیونکہ یہ علم ومعرفت کا ایک لامتناہی خزانہ ہے اس میں حق وحکمت پر مشتمل ایسی دعائیں ہیں جن کا فیض کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ اس کی بعض آیتیں ایسی ہیں جو ہر صورت حال پر اطلاق پا جاتی ہیں اور پھر کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہتی۔

ایک دفعہ ایک غیر از جماعت دوست نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ جماعت احمدیہ تو اس بات کی قائل ہی نہیں ہے کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرے (اور نماز کے اندر انہوں نے سمجھا کہ عربی الفاظ کے سوا ہم کچھ بول نہیں سکتے) اس لئے آپ یہ بتائیں کہ جو لوگ نماز پڑھتے ہوں لیکن نماز کے بعد جن کو اجازت نہ ہو دعا کرنے کی تو وہ کس وقت دعا کریں اور کس طرح کریں۔ میں نے ان سے کہا اوّل تو یہ مسئلہ ہی غلط ہے کہ نماز میں اپنی زبان میں دعا نہیں ہوسکتی۔ ہم تو اس کے قائل نہیں ہیں لیکن اس کے علاوہ نماز خود ایک کامل دعا ہے ایک پہلو بھی ایسا نہیں ہے جس کی انسان کو ضرورت

پڑ سکتی ہو اور اس کی دعا نماز میں موجود نہ ہو۔

یہ ایک بڑا لمبا مضمون ہے۔ میں اس میں اس وقت داخل نہیں ہو سکتا لیکن اگر آپ غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مرحوم والدین کے متعلق گزشتہ انبیاء کے متعلق، ساری دنیا کے نیک انسانوں کے متعلق، بنی نوع انسان کے متعلق، اپنے لئے اور اپنے بیوی بچوں کے لئے، غرض دعا کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو نماز میں موجود نہ ہو۔ زندگی کا کوئی پہلو نہیں ہے جو نماز سے باہر رہ گیا ہو اور جس کے لئے نماز میں دعا نہ سکھائی گئی ہو۔ اس پہلو سے جب آپ نماز پر غور کرتے ہیں تو آپ کو اسلام کی حقانیت کی ایک دلیل ہاتھ آجاتی ہے۔ یہاں بیٹھے آپ کو غیروں کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقعہ ملتا ہوگا اگر آپ اور دلیلیں نہیں دے سکتے تو صرف نماز ہی پیش کر دیا کریں۔ ساری دنیا کے مذاہب مل کر جو عبادت سکھاتے ہیں ان کی ساری دعائیں اکٹھی کر لی جائیں تب بھی وہ انسانی زندگی پر ایسی حاوی نہیں ہیں جیسی نماز کے اندر یہ دعائیں حاوی ہو جاتی ہیں۔

چنانچہ ایک دوست نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ میں نماز میں اپنے بچوں کے لئے اپنے والدین کے لئے اور فلاں کے لئے اور فلاں کے لئے اپنی مالی مشکلات کے لئے اور اپنی فلاں باتوں کے لئے دعا کرنا چاہتا ہوں، اس کا کیا طریق ہے، میں کس طرح دعا کروں۔ میں نے اس سے کہا تم نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھتے ہو۔ اس میں ایک آیت ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ اور ساتھ ہی ہے اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اس کے مضمون کو آپ سمجھ لیں تو دنیا کا کوئی بھی امکانی پہلو نہیں ہے جس پر یہ دعا حاوی نہ ہو لیکن اس کے مفہوم کو سمجھنا ضروری ہے۔ اس کے مفہوم کو نہ سمجھنا ایسے ہی ہے جیسے آپ ایک ایسی دولت کے مالک بن جائیں جس کے متعلق آپ کو یہ علم نہ ہو کہ میرے پاس ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے جس طرح بعض گھروں میں بعض خزانے دبے ہوتے ہیں۔ اب جن مکینوں کو پتہ ہی نہ ہو کہ ہمارے پاس خزانہ دبا ہوا ہے اُن کو اس کا کیا فائدہ۔ جیسا خزانہ ہوا ویسا نہ ہوا۔ نماز کی دعاؤں کی بھی یہی کیفیت ہے۔ نماز کی دعائیں اور خصوصاً سورۂ فاتحہ کی دعائیں ایک بہت بڑا خزانہ ہیں جن سے شعوری طور پر واقف ہونا چاہئے کہ یہ خزانہ ہے کیا۔ کس طرح اس کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ پھر اگر آپ نماز پڑھیں گے تو آپ کی نماز کا رنگ بدل جائے گا۔ وہ بات جو میں کہتا ہوں کہ اپنے اندر محبت الٰہی پیدا کریں وہ اس طرح نماز میں پیدا ہوگی کہ آپ نماز سے پہلے تعارف تو حاصل کریں کہ یہ کیا کہتی ہے، کیا اثر کرتی ہے، ہم

سے کیا چاہتی ہے، ہمیں کس طرف لے کر جاتی ہے، کن کن مواقع پر کام آتی ہے۔ کس طرح کام آتی ہے۔ میں نے ان کو سمجھایا کہ میں اس وقت اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کے دو دو پہلو آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں اگر آپ ان کو سمجھ لیں تو یہی آپ کے لئے کفایت کر جائینگے اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں ایک دعا کے رنگ میں یہ پیغام ہے کہ اے خدا! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی عبادت کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے اندر دونوں پہلو آ جاتے ہیں۔ نَعْبُدُ میں ایک مستقبل کا پہلو ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرینگے ہم نے فیصلہ کر لیا ہے اور کسی کی عبادت نہیں کریں گے۔ یعنی ہم یہ چاہتے ہیں کہ تیرے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ دوسرا پہلو ہے تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ اس کے نتیجہ میں کیا ہوتا ہے اس کے نتیجہ میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ عبادت کا حق تو ہم ادا نہیں کر سکتے۔ ہم کمزور ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ عارفانہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ مومن کا دماغ اس طرف چلا جاتا ہے کہ یہ نماز تو ہم سے کھڑی نہیں ہوتی۔ کئی قسم کے تفکرات اور کئی قسم کے خیالات دل کو گھیر لیتے ہیں۔ کئی اور کام ہوتے ہیں جن کے کرنے کی جلدی ہوتی ہے توجہ اس طرف پھر جاتی ہے۔ کئی ظاہری دلچسپیاں ہیں جو بت بن کر سامنے کھڑی ہو جاتی ہیں۔ انسان ایک مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ نماز میں توجہ کیسے قائم رکھے تو معاً اس کا جواب یہ دیا اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اے ہمارے آقا! مدد بھی تو تجھ سے ہی چاہتے ہیں اور ہمیشہ تجھ سے ہی چاہیں گے۔ کسی اور کی طرف دھیان نہیں دیں گے اور مدد کے لئے نہیں پکاریں گے اس لئے اگر ہم اپنے خلوص دل کے ساتھ تیری عبادت پر قائم ہونا چاہتے ہیں۔ تو پھر اے ہمارے معبود! تو مالک اور بااختیار ہے۔ ہم تو مالک اور بااختیار نہیں۔ ہم ابھی کہہ آئے ہیں کہ تُو ہی مالک ہے تیرے سوا کوئی مالک نہیں تو پھر اے خدا ہمیں عبادت کی توفیق عطا فرما۔ مدد بھی تجھ سے ہی مانگتے ہیں۔ تو ہماری گرتی ہوئی نمازوں کو کھڑا کر دے۔ تو ہمارے ڈوبتے ہوئے دلوں کو حوصلہ دے اور اپنی عبادت کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق بخش۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ کی دعا کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہم نے تو اب صرف تیری عبادت کرنی ہے۔ باقی سب جھوٹے خدا ہیں، ہم نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔ کوئی بت باقی نہیں رہنے دیا، کسی دوسری چیز کا کوئی سہارا نہیں ڈھونڈا، اب ہم جائیں تو کہاں جائیں۔ ہم تو مشکل میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہمیں تو مصیبتیں لاحق ہیں۔ اب تیرے سوا ہمارا کون ہے۔ ہم تجھے چھوڑ کر کہاں جائیں جب ہم تیری ہی عبادت

کرتے ہیں اور تیرے سامنے جھکتے ہیں تو پھر ہماری ضرورتوں کو بھی تو ہی پورا فرما۔ اس کے لئے یہ دعا ساتھ ہی سکھا دی اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں ۔ اب غور کریں کہ یہ دعا جب دوسری شکل اختیار کرتی ہے یعنی اِيَّاكَ نَعْبُدُ کے بعد اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں ڈھل جاتی ہے تو زندگی کی کون سی مشکل ہے جس پر یہ دعا چسپاں نہیں ہوتی ۔ کوئی بیماری لاحق ہو، کوئی مشکل در پیش ہو۔ سفر میں حضر میں کوئی مصیبت پیش آجائے ۔ مثلاً چلتے چلتے موٹر خراب ہو جائے تب بھی آپ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کی دعا کے ذریعہ مسائل حل کرا سکتے ہیں ۔ کوئی عزیز بیمار ہو، ایمانی کمزوری کا ڈر ہو، مالی مشکلات کا سامنا ہو، کسی کی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں حائل ہوں، مقدمات کے مسائل دامن گیر ہوں، کئی قسم کی پریشانیاں ہیں جو ہزار رنگ میں انسان کو گھیر لیتی ہیں ۔ غرض کوئی مشکل ہو یا مصیبت پیش آجائے ہر موقع پر ایک عبادت گذار کی نجات کی راہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں موجود ہے۔

تاہم اس دعا کے دو پہلو ہیں اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کی دعا کا حق دار انسان تب بنتا ہے جب وہ پہلے اِيَّاكَ نَعْبُدُ کا حق ادا کرے ۔ اگر یہ بات ہی جھوٹی ہو کہ ہم خدا کی عبادت کرتے ہیں ۔ تو پھر اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کی دعا بھی جھوٹی ثابت ہوگی ۔ ان دونوں کا آپس میں ایسا گہرا واسطہ ہے اور ان میں ایک ایسا گہرا ربط ہے اور ایسا پختہ تعلق ہے کہ ایک کی طاقت سے دوسری چیز طاقت پکڑتی ہے ۔ اگر کوئی انسان عبادت واقعۃً خدا کی کرتا ہے اور کسی کی نہیں کرتا تو پھر وہ حقیقتاً غیر اللہ سے مستغنی ہو جاتا ہے ۔ ایسی صورت میں پھر یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کی دعا کبھی ناکام ہو جائے ۔ یہ ناممکن ہے کہ ایسے انسان کی پکار سنی نہ جائے ۔ یہ وہ بندے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ کہ ہاں میرے بندے تو میرا بندہ بن گیا ۔ میں نے تجھے اپنا بندہ بنا لیا ۔ اب تو میری مدد مانگتا ہے ۔ تو تجھے میرا یہ جواب ہے کہ کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ہے ۔ جب تو نے اپنے لئے مجھے کافی سمجھا تو میں بھی تیرے لئے کافی ہو کر بتاؤں گا ۔ یہ وہ مقام ہے جس پر پہنچ کر انسان تمام قسم کے فکروں سے آزاد ہو جاتا ہے ۔ تمام خوفوں سے بالا ہو جاتا ہے ۔ وہ اہل اللہ بن کر خدا کے فضل کے ساتھ اور اس کی رحمت کے سایہ میں زندگی بسر کرنے لگ جاتا ہے اور انہی کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٣﴾ (یونس: ۶۳)

جب کچھ بندے میرے دوست بن جاتے ہیں، عبادت کے رستہ سے داخل ہوتے ہیں اور میری دوستی کی راہوں پر چلتے ہوئے مجھ تک پہنچ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس وقت ان کو دعائیں کرنے یعنی ہر بات میں مجھے پکارنے کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ ان کا سارا وجود اور ان کی ساری زندگی پکار بن چکی ہوتی ہے۔ فرمایا لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کسی حالت میں بھی کبھی ان پر خوف غالب نہیں آتا کیونکہ خوف بھی ایک غیر اللہ ہے۔ کسی حالت میں غم ان پر غالب نہیں آتا کیونکہ غم بھی غیر اللہ ہے اور وہ غیر اللہ سے پاک ہو چکے ہوتے ہیں۔

پس ہر عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کرنے کا یہ مفہوم ہے جو سورۂ فاتحہ ہمیں سکھاتی ہے اس لئے جب سورۂ فاتحہ کو آپ غور سے پڑھیں گے تو ان سات آیات میں صرف ایک مضمون نہیں بلکہ معرفت کے لا متناہی نکتے آپ پر کھلیں گے۔ اور ایک نہ ختم ہونے والا روحانی خزانہ آپ کو مل جائیگا۔ اس لئے اسے غور سے پڑھیں۔ محبت کے ساتھ پڑھیں۔ پیار کے ساتھ پڑھیں۔ اسی کا نام الٰہی محبت ہے۔ اسی کے نتیجہ میں آپ کے دل خدا تعالیٰ کے فضل سے پاک اور صاف کئے جائیں گے۔ اسی کے نتیجہ میں آپ کو ابدی زندگی عطا ہوگی اور جنت ملے گی جس کا ذکر ان آیات میں ہے جو میں نے اس خطبہ کے شروع میں پڑھی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٤﴾ (آل عمران: ۱۳۴)

فرماتا ہے وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اپنے رب کی طرف سے نازل ہونے والی مغفرت کی طرف ہم تمہیں بلا رہے ہیں دوڑتے ہوئے چلے آؤ۔ اس مغفرت کے نتیجہ میں تمہیں کیا ملے گا فرمایا ایسی جنت ملے گی عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ جس کا محیط آسمانوں اور زمین کے محیط کے برابر ہے کوئی حصّہ اس سے باہر نہیں ہے۔ یہ ایک ایسی جنت ہے جو جغرافیائی قیود سے آزاد ہے تم جس جگہ رہو جہاں جاؤ وہ جنت تمہارے ساتھ ساتھ چلے گی اور تم اس جنت کے سائے سے نکل ہی نہیں سکتے۔ یہ ہے پیغام اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے لئے کہ دوڑے آؤ مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس سے تم باہر نہیں جاسکتے۔

اس میں ایک مومن کے لئے کتنا عظیم الشان پیغام ہے جو بظاہر ایک ملک سے ہجرت کر کے کسی دوسرے ملک میں جاتا ہے جیسا کہ میں نے اس خطبہ کے شروع میں کہا تھا کہ آپ اپنی جنتیں ساتھ لے کر آئے تھے۔ جب خدا کی خاطر نکالے گئے تو یہ نہیں ہوا کہ اپنی جنتیں پیچھے چھوڑ کر آ گئے ہوں بلکہ خدا کی رحمت کی جنتیں آپ کے ساتھ چلتی ہوئی آئی ہیں اور یہ جنت ان معنوں میں ہے کہ اس کے بعد آپ کو مشکلات پیش نہیں آئیں گی۔ اس جنت کی تشریح خدا تعالیٰ نے خود فرما دی ہے۔ فرماتا ہے یہ جنت کیا ہے۔ یہ جنت اللہ تعالیٰ کی خاطر قربانی کی لذتیں حاصل کرنے کی جنت ہے اور خدا تعالیٰ کی رضا میں مزہ اٹھانے کی جنت ہے۔ ایسے لوگوں پر آزمائشیں بھی آئیں تب بھی یہ جنت ان سے کوئی چھین نہیں سکتا۔ چنانچہ فرماتا ہے:

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ (آل عمران: ۱۳۵)

یہ وہ لوگ ہیں جن پر تنگی آئے یا آسائش آئے، آسانی پیدا ہو یا مشکل پیش آ جائے یہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے پر ایسا مزہ اٹھاتے ہیں کہ پھر اس مزہ کو چھوڑتے ہی نہیں۔ دنیا میں ہر قسم کی کیفیت سے گذر جائیں گے لیکن یہ جنت ان سے کوئی نہیں چھین سکتا کیونکہ وہ اللہ کی خاطر قربانی کرتے ہیں اور اسی کی رضا کی خاطر ہر دوسری چیز کو فدا کر دیتے ہیں۔ پس ایسے لوگ مشکل آئے تب وہ خدا سے راضی اور خدا ان سے راضی۔ آرام آئے تب بھی وہ خدا سے راضی اور خدا ان سے راضی۔ جیسا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس شعر سے ظاہر ہے جسے میں بارہا پہلے بھی دوستوں کو سنا چکا ہوں بہت ہی پیارا شعر ہے۔ آپ اپنے رب سے عرض کرتے ہیں:

ہو فضل تیرا یارب یا کوئی ابتلا ہو
راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو (کلام محمود)

اب ہم تیرے وہ بندے بن چکے ہیں اور ہمیشہ کے لئے تجھ سے وابستہ ہو چکے ہیں۔ اب تو فضل لے کر آئے تب بھی ہم تجھ سے راضی ہیں اور کوئی ابتلا اور مشکل آئے تب بھی ہم راضی ہیں۔ یہ وہ جنت ہے جس کا ذکر عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ میں کیا گیا۔ کہ وہ آسمانوں اور زمین پر محیط ہے۔ ایسے بندے عرض خاکی پر رہیں یا آسمانوں پر اُڑنے لگیں یہ جنت اب ان کا کبھی ساتھ نہیں

چھوڑے گی۔کوئی مشکل ان سے یہ جنت چھین نہیں سکے گی۔کوئی آسانی ان سے یہ جنت چھین نہیں سکے گی۔اس جنت کو پانے کے بعد پھر وہ ان لوگوں کو جنہوں نے ان کو دکھ دیے ہوتے ہیں یا جن کے ہاتھوں انہوں نے مصائب اٹھائے ہوتے ہیں ان کے متعلق بھی ان کی رائے بدل جاتی ہے۔ان کے دل میں انتقام باقی نہیں رہتا اور کوئی نفرت کا جذبہ نہیں رہتا۔فرماتا ہے وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ یہ اصحاب جنت ایک عظیم الشان انقلابی کیفیت پیدا کر جاتے ہیں اور وہ کیفیت یہ ہے وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ ان کو شدید غصہ آئے تو اس کو دبانے لگ جاتے ہیں۔وہ کہتے ہیں اے خدا! ہمیں تو مل گیا ہے تو اب شکوہ کس بات کا اور غصہ کس سے۔اگر غیر نے ہمیں مبتلائے مصیبت کیا اور اس کے نتیجہ میں ہمیں تو مل گیا اور تیرا فضل نصیب ہو گیا تو پھر کٰـــظـــمیـــن والی کیفیت تو ہمارے مقدر میں آگئی،اب تو ہمیں غصہ برداشت کرنا پڑے گا۔ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ جنہوں نے ان کو دکھ دیے ہوتے ہیں ان سب کو معاف کر دیتے ہیں۔ غالبؔ کہتا ہے۔

سفینہ جب کہ کنارہ پہ آلگا غالبؔ
خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہئے (دیوان غالبؔ)

یہ ایک ناقص اظہار ہے اسی مضمون کا لیکن وہ ایک کامل اظہار ہے قرآن کریم کی آیت میں جس کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کروا رہا ہوں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب یہ لوگ اپنے خدا کو پالیتے ہیں اور انہیں جنتیں نصیب ہو جاتی ہیں تو مصائب والم کی یادیں ان کے دلوں میں تلخی پیدا نہیں کرتیں۔ان مشکل راہوں کی یادیں جن سے گزر کر یہ میری رضا کی جنت میں داخل ہوئے ہوتے ہیں ان کو بددعائیں دینے پر آمادہ نہیں کیا کرتیں۔وہ دعائیں دیتے ہیں ان لوگوں کو بھی جنہوں نے ان کو دکھ پہنچائے تھے ان کے لئے بھی خیر کے سوا ان کے دل سے کچھ نہیں نکلتا۔

پس آج کا پیغام میرا یہی ہے کہ ہمارا وہ ملک جس کے دکھوں کے ستائے ہوئے آپ لوگ یہاں آئے تھے جب خدا کی رضا آپ کو حاصل ہوگئی،جب اللہ نے اپنے پیار کی جنت آپکو عطا کر دی تو اس کی بخشش کے لئے،اس کی ترقی کے لئے اور اس کے استحکام کے لئے دعائیں کریں۔اس کے سوا اپنے دل میں کچھ نہ رکھیں۔کیونکہ خدا آپ سے یہ توقع رکھتا ہے۔کہ جب تم نے خدا کی رضا پالی،

تمہیں خدا کا پیار مل گیا تو پھر اس کے بعد کسی کا شکوہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ تم ان لوگوں کو معاف کردو، ان سے محبت کا سلوک کرو، ان کے لئے دعائیں کرو اور دعا کرو کہ یہ محروم بھی تمہارے ساتھ مل کر الٰہی جنتوں میں داخل ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! اگر تم دکھ دینے والوں کو معاف کردو گے تو میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ کہ ایسے احسان کرنے والوں سے اللہ بہت ہی محبت کرتا ہے۔ تمہیں اللہ کی محبت کا مقام نصیب ہو جائے گا جو رضائے الٰہی کا بہت ہی پیارا اور آخری مقام ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنتوں میں رہیں اور خدا کی محبت اور پیار کی نظریں ہم پر پڑتی رہیں۔ ہم جس حال میں اور جس ملک میں رہیں رضائے باری اور محبت الٰہی کی جنت ہمیں حاصل رہے اور یہ جنت ہم سے کوئی چھین نہ سکے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۳۱ راکتوبر ۱۹۸۳ء)